Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.105, 2016 pp 97 - 108

مجلۂ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۵

زہرا نگاہ کی شاعری کے متنوع نسوانی کردار: ایک جائزہ

سعدیہ نورین☆

Abstract:

Zahra Nigah is an eminent Poetess of the modern verse. She has an individually significant place in the post partition era in Pakistan. Her poems have streaks of feminine consern. Being a female, she carries a particular feminine identity. She presents female figures as serving social roles as a mother, wife and sister. This article presents the critical evaluation of variety of female characters in Zahra Nigah's poems. Her poems simultaneously depict everyday matters concerning deep emotional behaviours and on the other hand, the contemporary social and political circumstances. Zahra Nigah's polite treatment is reinforced by her sophisticated handling of themes.

Keywords: Zahra Nigah, Modern Urdu verse, Female character, Horizen, Feministic Civilization, Political and Social Circumstances, Delicacy.

زہرا نگاہ (۱۹۳۵ء) کا شمار ان شاعرات میں ہوتا ہے جنھوں نے شاعری کو اپنا مطمعِ نظر بنایا۔ قیامِ پاکستان کے بعد لکھنے والوں میں زہرا نگاہ ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ انھوں نے غزل کے ساتھ ساتھ آزاد نظم بھی لکھی اور خوب شہرت حاصل کی۔ انتظار حسین لکھتے ہیں:

"انھوں نے ایسے زمانے میں شاعری میں قدم رکھا تھا جب بستیاں اجڑ رہی تھیں۔ خاندان بکھر رہے تھے۔ لوگ گھر سے بے گھر ہو کر قافلہ در قافلہ دارالامان کی تلاش میں دور کی منزلوں کی طرف رواں تھے۔ اس سفر میں مر رہے تھے کٹ رہے تھے۔ زہرا نگاہ کی

☆ لیکچرار شعبۂ اردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، وحدت کالونی لاہور

طبیعت یہیں سے غم کی خوگر ہو گئی۔ اور اب جبکہ وہ زمانہ ماضی بن چکا ہے اور زہرا نگاہ کے اظہار نے بھی رستہ بدل لیا ہے۔ اب وہ غزل سے بڑھ کر نظم میں اظہار کر رہی ہیں۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جو نئے الام ہماری تقدیر میں لکھے گئے ہیں وہ بھی انھوں نے کس خوش اسلوبی سے اپنے اندر حل کر لیے ہیں۔''(۱)

زہرا نگاہ کی نظموں میں مختلف موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے اور مختلف کردار تخلیق کیے گئے ہیں۔ ذیل میں زہرا نگاہ کی نظموں کے متنوع نسوانی کرداروں کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اس حوالے سے نظموں میں موجود نسوانی کردار عام گھریلو زندگی سے تعلق رکھنے والے کردار بھی ہیں اور اپنے عہد کے سیاسی و سماجی حالات سے اثرات قبول کرنے والے نسوانی کردار بھی نظر آتے ہیں۔ نظم ''جرم وعدہ'' کا نسوانی کردار عدم تحفظ کا شکار ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد جب اپنے ملک میں بھی تحفظ نہ مل سکا تو لوگ عدمِ تحفظ کا شکار ہو گئے۔ اس حوالے سے یہ نسوانی کردار اپنے بچے کو اپنی زندگی کی کہانی سناتے ہوئے آزردہ ہے، پریشان اور غمگین ہے کہ وہ اپنے بچوں کی حفاظت کے کیے گئے وعدے کو پورا نہ کر سکا۔ زہرا لکھتی ہیں:

مرے بچے ہزاروں بار میں نے تم کو اک قصہ سنایا ہے
کبھی لوری کے آنچل میں
کبھی باتوں کے جھولے میں تمھیں بہلا کے لپٹا کے سلایا ہے
تمھارے گرم رخساروں کو اپنے سرد ہونٹوں سے چھوا ہے
تم سے اِک وعدہ کیا ہے
وہی وعدہ جو انسانوں کی تقدیروں میں لکھا ہے
تحفظ کا، تمھاری آبرو کا، سربلندی کا (۲)

نظم میں ماں بچے کو لوری دیتے ہوئے اسی وعدے کا ذکر کرتی ہے جو پورا نہ ہو سکا۔ پاکستان بن گیا مگر تحفظ نہ مل سکا۔ نظم کی کہانی کی لڑکی کوئی اور نہیں بلکہ وہ خود ہے اور وہ محل جو جل کر خاک ہو گیا وہ اس کا اپنا گھر تھا۔ فیض احمد فیض رقمطراز ہیں:

''یہ نظم ایک خیالی تمثیل لیکن جو کسی اہم قومی یا سیاسی المیے کی تفسیر بھی ہے۔''(۳)

نظم دیکھیے:

مرے بچے!
کہانی میں تھکی ہاری جو لڑکی تھی
وہ شہزادی نہیں میں تھی
وہ جادو کا محل جو ایک پل میں جل کے صحرا ہو گیا تھا، وہ مرا گھر تھا۔ (۴)

زہرا نگاہ کے ہاں پیار و محبت اور رشتوں کا تقدس رکھنے والا نسوانی کردار دکھائی دیتا ہے۔ یہ نسوانی کردار مخصوص رومانی انداز کا حامل ہے اس سلسلے میں نظمیں متاعِ الفاظ، آنگن، گل چاندنی، اگر تم کہو تو!، دلاسہ، مدھ ماتی پون لہرائے کا نسوانی کردار ساتِ سنگھار کر کے اپنے پیا سے ملنے کے لیے بے چین ہے۔ نظم دیکھیے:

مدھ ماتی پون لہرائے جگ بھر سے کہنے جائے

مورے آنگن کوئی آئے کوئی دُور دُور سے آئے

سات سنگھار سہاگن کے آنچل سے بندھے مجھے سونپ گئی

چلتے چلتے مرے کانوں میں یہ کیسا امرت گھول گئی

میں چھپتی پھروں ستاروں سے، مجھے آئے لاج بہاروں سے

میں جو بھی نہ کہنے پاؤں سکھی، مورا انگ انگ کہہ جائے

مدھ ماتی پون لہرائے۔۔۔(۵)

زہرا عورت کو اس کے تقدس اور رشتوں کی تقدیس کے ساتھ معاشرے سے ہم آہنگ کرتی ہے۔ وہ رشتوں کی قدر بھی جانتی ہے اور انھیں نبھانا بھی۔ ان کی نظموں میں ہمیں ایسے نسوانی کردار بھی نظر آتے ہیں جو ایک خاص رکھ رکھاؤ رکھتے ہیں۔ سلیقہ مند گھریلو عورت، شوہر کی خاطر اپنی تمام آرزوئیں، امنگیں تج کرنے والی عورت کا کردار جو اس کے بچوں کی ماں بھی بنتی ہے اور اس کے گھر کی ذمہ داری اپنے سر پہ لیتی ہے۔

اس حوالے سے نظمیں قصیدۂ بہار، نیا گھر، سمجھوتہ، واپسی، ''الف'' اور ''ب'' کے نام اور ''بلاعنوان'' دیکھی جا سکتیں ہیں۔

نظم ''سمجھوتہ'' کا نسوانی کردار ازدواجی زندگی میں سمجھوتے کی گرم چادر جو برسوں میں تیار ہوتی ہے، کی اہمیت اور ضرورت کی بات کرتا ہے۔

ناہید ورک لکھتی ہیں:

''ایک خاتون اور ایک شاعرہ ہونے کے ناطے ان کے ایک ایک لفظ میں سمجھوتوں اور مجبوریوں کی داستاں رقم ہے۔ ان کی نظم ''سمجھوتہ'' ایک ایسی ہی نظم ہے جس میں سمجھوتوں کی کئی منزلیں طے کرنے کے بعد ایک سادہ، پُرسکون مسکان چہرے پر آتی ہے۔ ایسے سمجھوتے ہر عورت کو نہ چاہتے ہوئے بھی کرنے پڑتے ہیں۔''(۶)

نظم دیکھیے:

ملائم گرم سمجھوتے کی چادر

یہ چادر میں نے برسوں میں بُنی ہے

کہیں بھی سچ کے گل بوٹے نہیں ہیں
کسی بھی جھوٹ کا ٹانکا نہیں ہے

اسی سے میں بھی تن ڈھک لوں گی اپنا
اسی سے تم بھی آسودہ رہو گے!
نہ خوش ہو گے، نہ پژمردہ رہو گے

اسی کو تان کر بن جائے گا گھر
بچھا لیں گے تو کِھل اٹھے گا آنگن
اٹھا لیں گے تو گر جائے گی چلمن (۷)

گھر زہرا نگاہ کی نظموں میں ایک اہم موضوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کی نظموں کے نسوانی کرداروں کا مرکز محور ایک ایسا گھر ہے جو ہر مشرقی عورت کی خواہش ہے جو اس کی عزت و وقار اور اس کی مامتا کا مسکن ہے۔ اس گھر کو بنانے کے لیے، اس کی حفاظت کے لیے یہ نسوانی کردار ہر طرح سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس حوالے سے زہرا نگاہ کے ہاں ایک روایتی ماں کا کردار بھی تخلیق کی گیا ہے جو اپنے بچوں کو صرف اور صرف ایثار و قربانی، اپنے جذبات کی قربانی اور خواہشوں کی قربانی کا درس دیتی ہے۔ اس حوالے سے نظمیں ماں، لوری، اپنے بیٹے علی کے نام، ایک لڑکی، ذرا سا فرق ہے (علی زے کے نام)، ڈاکو، ادھورا خواب، نظم (ایک خط نعمان کے نام)، بیٹی اور ماں دیکھی جا سکتی ہیں۔

نظم ''اپنے بیٹے علی کے نام'' میں لکھتی ہیں:

قدرت نے تجھے زبان دی تھی!   میں نے تجھے بولنا سکھایا
انگلی کے سہار سے اٹھایا   بانہوں کے حصار میں بٹھایا (۸)

نظم ''ایک لڑکی'' کا نسوانی کردار مامتا کا جذبہ رکھتے ہوئے دوسرے نسوانی کردار (جو ایک جسم فروش لڑکی کا ہے) کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہے۔ دیکھیے:

مجھ کو یوں لگا ایسے!   جیسے میری بیٹی ہو
میری ناز کی پالی   میری کوکھ جائی ہو (۹)

نظم ''ایک لڑکی'' میں ایک جسم فروش لڑکی کے منفی کردار کو پیش کیا گیا ہے یا جسے ہم دوسرے لفظوں میں ''کال گرل'' بھی کہتے ہیں، نظر آتی ہے۔ نظم کی واحد متکلم اسے سخت طوفان اور تیز بارش میں سڑک کے

دوسری جانب روشنی کے کھمبے سے سرلگائے ہوئے دیکھتی ہے جیسے وہ آنے والے گاہک کے انتظار میں گم ہے۔ میک اپ نے اُس کے رنگ وروپ کو بڑھایا تھا مگر بارش میں اُس کا چہرہ ڈھل گیا تو اُس کا سجا بنا چہرہ ڈراؤنا ہو گیا۔ نظم کی واحد متکلم کہتی ہے کہ پھر بھی اُسے ساتھ لے کر جانے والے گاہک کا حوصلہ ہو گا۔ نظم کی واحد متکلم جب مزید اُس لڑکی پر غور کرتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کم سن ہے اور جب اُسکے چہرے سے بارش کی وجہ سے رنگ وروپ ڈھل گیا تو اُس کا چہرہ سیدھا سادا، بھولا بھالا دکھائی دینے لگا ہے۔ ایسے میں نظم کی واحد متکلم چاہتی ہے کہ وہ اس لڑکی کو اپنے آنچل میں چھپا لے۔ اُس کا منہ چوم لے اور اِسے منا لے کہ وہ یہ سب نہ کرے۔

نظم ''نائٹ شفٹ (گلف میں کام کرنے والے ایک پاکستانی مزدور کے نام)'' میں ایک بہن کا نسوانی کردار نظر آتا ہے جو گلف میں کام کرنے والے اپنے بھائی کے لیے ایک پیغام لکھ رہی ہے۔ مزدوروں کی زندگی بہت مشقت طلب ہوتی ہے۔ اس کا بھائی گلف میں مزدور ہے۔ دھوپ کی سختی، سمندر کی حدت، مشینوں کے شور میں اُس کا دن گزرتا ہے۔ نظم کی واحد متکلم کہتی ہے کہ اس طرح دن تمام ہونے کے بعد رات کو شاید تمھیں کچھ لمحے سکون کے نصیب ہوتے ہوں جب نیند کی نیلم پری تمھیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہو۔ جب نیند آئے گی تو تمھارے ہاتھ سے ریڈیو گر جائے گا، تم گہری نیند میں چلے جاؤ گے اور خواب دیکھنا شروع کر دو گے اور دن کی سختی کو بھول جاؤ گے۔ اس نظم میں بھائی سے بہن کی محبت کو خوبصورت لفظوں میں پیش کیا گیا ہے۔ نظم دیکھیے:

ہمہ وقت محنت
ہمہ وقت پیسہ کمانے کی حسرت
ذرا دیر کو پیچھے ہٹ جائے گی
دیکھتے دیکھتے
ادھ کھلے ہاتھ سے
ریڈیو کا کھلونا بھی گر جائے گا

خواب تم دیکھنا
خواب دلکش، دلآویز، معصوم ستھرے
اس سے پہلے کہ سورج کا نیزہ
ہر اک خواب کے دل میں اترے
سنو بھائی میرے! (۱۰)

فیض احمد فیض ''شام کا پہلا تارا'' کے دیباچے میں رقم طراز ہیں:

''اس کلام میں روزمرہ کی زندگی کے جذباتی معاملات بھی ہیں، جنھیں زہرا صنفِ نازک کی شاعری کہتی ہے۔ جیسے ملائم گرم سمجھوتے کی چادر، قصیدۂ بہار، نیا گھر، علی اور نعمان کے نام، سیاسی واقعات کے تاثرات بھی، وہ وعدہ بھی جو کہ انسانوں کی تقدیروں میں لکھا ہے اور محض تغزّل بھی۔ان منظومات میں نہ جدیدیت کے غیر شاعرانہ جذبات کا کوئی پرتو ہے اور نہ روحانیت کی شاعرانہ آرائش پسندی کا کوئی دخل ہے۔ روایتی نقش و نگار اور آرائشی رنگ و روغن کا سہارا لیے بغیر دل لگتا ہوا شعر کہنا بہت دل گردے کا کام ہے۔''(۱۱)

اس کے علاوہ ''نظم کچھ دن ہوئے اس گھر میں تھی''، ''زہرا نے بہت دن سے کچھ بھی نہیں لکھا ہے''، ''دُعا (سیمون دی بوار کے نام)، ''پُل صراط''، ''انصاف'' (اُس اندھی لڑکی کے نام جسے ''حدود'' میں سزا سنائی گئی تھی)، ''میلہ گھومنی''، ''سلویا پلاتھ''، ''ذرا سا فرق ہے'' (علی زے کے نام)، ''بلا عنوان''، ''لوری''، ''صبح کا گیت'' میں مختلف نسوانی کردار نظر آتے ہیں۔

نظم ''انصاف'' میں ایک اندھی لڑکی کے کردار کو پیش کیا گیا ہے۔ جسے سزا دی گئی اور قید میں رکھا گیا۔قید خانے میں اُسے اپنا گھر، اپنے ماں باپ، بھائی بہن یاد آتے ہیں۔قید خانے میں مٹھی بھر کرنوں کے ذرّے کھڑکی سے اندر آتے ہیں تو وہ اندھی لڑکی کو اُس کے گھر کی سیر کروالاتے ہیں۔ وہ کہتی ہے:

میں اس چھوٹے سے کمرے میں
آزاد بھی ہوں، اور قید بھی ہوں
اس کمرے میں اک کھڑکی ہے
جو چھت کے برابر اونچی ہے
جب سورج ڈوبنے لگتا ہے
کمرے کی چھت سے گزرتا ہے
مٹھی بھر کرنوں کے ذرّے
کھڑکی سے اندر آتے ہیں
میں اس رستے پر چلتی ہوں
اور اپنے گھر ہو آتی ہوں (۱۲)

احمد ندیم قاسمی، زہرا نگاہ کی نظموں کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''جو لوگ زہرا سے متعارف ہیں وہ ان کی آواز کے بظاہر دھیمے پن اور ان کی شائستگی کے باوجود یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ انھوں نے ایک مہیب صورتِ حال کو ایسے تیکھے اسلوب سے واضح کیا ہے اور ایسی بلیغ رمز سے کام لیا ہے کہ ان کے کلام کا قاری یا

سامع اپنے باطن میں دکھ کی تیز دھار لہریں اترتی محسوس کرتا ہے۔"(۱۳)

زہرا نگاہ کی نظم "صبح کا گیت" جو کہ سلویا پلاتھ کی نظم "Morning Song" سے ماخوذ ہے۔ عورت کے ماں بن جانے کے اعزاز کی آئینہ دار ہے۔ کسی بھی لڑکی کے لیے پہلی بار ماں بننے کا عمل بہت منفرد اور خوبصورت ہوتا ہے۔ وہ نازک سے بچے کی "غوں غاں" سے خوش ہوتی ہے اور اُسے اپنے سینے سے لپٹا لیتی ہے۔

محبت نے تجھ کو مرصّع سنہری گھڑی کی طرح میرے تن میں سمویا
اور میرے لہو نے تجھے ہلکے ہلکے دھڑکنا سکھایا (۱۴)

نظم "لندن میں شہرزاد" میں نئے دور کی شہرزاد کو پیش کیا گیا ہے جو نظم کی واحد متکلم کو لندن کے ایک چائے خانے میں ملی۔ واحد متکلم نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمھیں اپنا فن یاد ہے داستانیں سنانے کا فن، تو وہ کہنے لگی کہ کیا تمھیں معلوم نہیں کہ شہر بغداد میں اب ساعت معطل ہو گئی، لوگ کیا لفظ بھی مر گئے ہیں۔ میرا فن تو لفظوں کا محتاج ہے۔ لہٰذا میں نے بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے راہِ ہجرت کو اختیار کیا اور لندن آ گئی۔ یہاں ہر روز نئے لوگ آتے جاتے یں۔ وہ مجھ کو بُلا لیتے ہیں۔ نظم میں شہرزاد کا کردار منفی کردار کے طور پر آیا ہے۔ جو لندن جا کر جسم فروشی شروع کر دیتی ہے۔ نظم دیکھیے:

شہرِ لندن بڑا مہربان شہر ہے
یہاں روز و شب تازہ وارد خلیفہ
موسموں کے تغیر کے ہم راہ
پرندوں کے مانند آتے ہیں
مجھ کو بلاتے ہیں
میرے ہر موئے تن سے نئی داستانوں کو سنتے ہیں
اور لوٹ جاتے ہیں"(۱۵)

"حوّا کا بیان" میں زہرا نگاہ آدم اور حوّا کے رشتے پر بات کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ جنت سے نکالے جانے کی قصوروار حوّا کو ٹھہرایا جاتا ہے جب کہ یہ اُس کی غلطی نہ تھی۔ اگر اُس کی کسی سے دوستی تھی تو آدم تھا اور اگر اُسے کوئی اچھا لگا تھا تو وہ حضرت آدمؑ تھے۔ نظم دیکھیے:

تمھیں سیب کھانے کی ترغیب میں نے نہیں دی
وہ گیہوں کا دانہ مری دسترس میں نہیں تھا
مری سانپ سے دوستی بھی نہیں تھی
اگر دوستی تھی کسی سے، وہ تم تھے

اگر کوئی اچھا لگا تھا، وہ تم تھے (۱۶)

زہرا نگاہ کی شاعری پر اظہار رائے کرتے ہوئے انتظار حسین لکھتے ہیں:

''ان کی شاعری نسائی تہذیب میں رچ بس کر نمایاں ہوئی تو اس کے لہجہ میں کتنی دردمندی اور کتنی شائستگی آ گئی ہے۔ جا بجا یوں لگتا ہے کہ یہ ان کی آپ بیتی ہے اور ان کا یہ دکھ نجی دکھ ہے۔ خالص عورت والا نجی دکھ۔ مگر پھر اس میں جگ بیتی کا رنگ جھلکنے لگتا ہے۔ عجب شاعری ہے کہ آپ بیتی اور جگ بیتی نے گھل مل کر ایک مشترک حکایت غم کی شکل اختیار کر لی ہے۔'' (۱۷)

زہرا نگاہ عورت کے دُکھ کو سمجھتی ہیں۔ اسلام سے قبل لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زمین میں زندہ گاڑ دیا جاتا تھا لیکن آج بھی اپنے حق کے لیے اٹھنے والی آواز کو خاموش کر دیا جاتا ہے اور حوّا کی بیٹی زندہ جلائی جاتی ہے تو کبھی اُس کے گلے میں پھندا ڈال دیا جاتا ہے۔ نظم ''بیٹی'' میں زہرا نگاہ بیٹی کو موت کے گھاٹ اتارنے پر سراپا احتجاج کرتی ہیں۔ نظم کی ابتدا میں قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ دیا گیا ہے:

(اور پھر زندہ گاڑی جانے والی لڑکیاں تم سے اپنا حساب مانگیں گی، کہ آخر ان کا قصور کیا تھا) (قرآن)

نظم ''بیٹی'' میں بیٹی ''ماں'' سے سوال کرتی ہے کہ جب اُس کا باپ اُس کے گلے میں پھندہ ڈال رہا تھا تو میں نے اپنے ہاتھوں سے اُس جال کو توڑنا چاہا لیکن ماں جلدی سے رسی ڈھونڈ لائی جس سے میرے ہاتھ باندھ دیے گئے۔ میری ماں نے ایسا کیوں کیا؟ نظم دیکھیے:

تو کیوں ڈھونڈ کے رسی لائی، کیوں باندھے میرے ہاتھ
بابا کو تو یہ کرنا تھا، تو تو عورت ذات۔۔۔۔۔(۱۸)

''ماں'' کا کردار نظم میں سخت رویے کا حامل نظر آتا ہے جس کی وجہ ماں یہ بتاتی ہے کہ بیٹی کے ہاتھ رسی سے باندھنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مزاحمت نہ کرے اور اُس کی جان جلدی نکل جائے۔ سسک سسک کر مرنے سے جلدی مر جانا ہی بہتر ہے۔ آخری شعر دیکھیے:

تیرے پاس سے تھوڑا ہے، ڈولی لائے کہار
آ میں بند کروں تری آنکھیں، ساجن کھڑے دوار ۱۹

احمد ندیم قاسمی رقم طراز ہیں:

''رشتوں، رابطوں اور رفاقتوں کا بھرپور احترام کرنے والی زہرا ان کی شکست و ریخت، ان کے انتشار اور ان کے زوال کے تذکرے میں بظاہر ٹوٹ پھوٹ رہی ہوتی ہیں مگر مایوسیوں کے تیز جھونکے ان کی امید کے چراغوں کی لوؤں کو بجھاتے نہیں بلکہ وہ اس

تاریکی کے بطن سے طلوعِ سحر کا کام لیتی ہیں۔''(۱۹)

زہرا نگاہ کے ہاں ایک انداز اساطیر اور قصے کہانیوں سے متاثر ہو کر بات کرنے کا بھی نظر آتا ہے۔ایسی نظموں میں ''ایک اور پرانی کہانی'' میں چرواہے کی الھڑ بیٹی، اور ''بن باس'' میں سیتا کا نسوانی کردار نظر آتا ہے۔نظم ''مری سہیلی'' میں دوستی کے رشتے کی اہمیت اور نئے زمانوں میں نئی سہولتوں کی بات کی گئی ہے اور اپنی دوست کو نئے زمانے کے نئے انداز دکھائے گئے ہیں۔نظم کی واحد متکلم اپنی سہیلی کو جو بہت سادہ اور معصوم سی ہے۔اپنے گھر بُلاتی ہے سہیلی کو واحد متکلم کے گھر کی ہر چیز نئی اور انوکھی لگتی ہے۔وہ سب کو دیکھتی ہے۔پھر اپنی سہیلی کی نئی ساڑھیوں کے آنچلوں کو اپنے شانے پر رکھ کر دیکھتی ہے۔نظم کی واحد متکلم اُسے بتاتی ہے کہ وہ کہاں کہاں گھوم کر آئی ہے اور کون سے ملک کی کون سی چیز لائی ہے۔پھر وہ کہتی ہے:

مگر سنو یہ تمھاری آنکھوں میں کون سی اک نمی چھپی ہے۔تم اپنے آنگن سے باہر آؤ،
یہ دیکھو دنیا بہت بڑی ہے
یہ میری دنیا ہے اس میں آؤ، یہ صاف شفاف دلربا ہے۔سہولتیں ہیں، حقیقتیں ہیں، یہاں
یہ ہر رنگ کھل رہا ہے!
میری سہیلی وہ ساتھ کھیلی، وہ میری باتوں کو جانتی ہے۔وہ زیرِ لب مسکرا کے آہستگی سے ہر
بات مانتی ہے۔(۲۰)

نظم میں وہ دو سہیلیوں کی محبت اور بدلتے زمانے کے ساتھ دونوں کی زندگیوں میں موجود طبقاتی فرق کو دکھایا گیا ہے لیکن اس فرق کے باوجود وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہیں۔واحد متکلم کی سہیلی کہتی ہے:

تمھارے خوابوں کی پاسباں میں ہوں، میری یادوں کو تم سنبھالو۔جو ہو سکے تو یہ ساری چیزیں
جو تم نے دکھلائی ہیں، اٹھالو(۲۱)

نظم ''ڈاکو'' میں نظم کی واحد متکلم ایک ایسی ماں ہے جس کا بیٹا ایک ڈاکو ہے۔لوگوں کے گھروں سے اشیا لوٹ کر لے جاتا ہے اور آج جب وہ اپنے گھر کو لوٹنے آتا ہے تو اُس کی ماں اُسے پہچان لیتی ہے۔ایسے میں اُس ڈاکو کی ماں گھر کا سب سامان لے آتی ہے۔نظم کا آغاز دیکھیے:

کل رات مرا بیٹا مرے گھر
چہرے پہ مُنڈھے خاکی کپڑا
بندوق اٹھائے آ پہنچا
نوعمری کی سرخی سے رچی اس کی آنکھیں
میں جان گئی
اور بچپن کے صندل سے مُنڈھا اس کا چہرہ

پہچان گئی
وہ آیا تھا خود اپنے گھر
گھر کی چیزیں لے جانے کو
ان کہی، کہی منوانے کو (۲۲)

نظم ''ادھورا خواب'' میں ایک ایسی ماں کے نسوانی کردار کو پیش کیا گیا ہے جس کا بچہ اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی عدم کا سفر اختیار کر گیا ہے۔ بچہ ماں کے پیٹ میں ہی ابدی نیند سو گیا ہے۔ جس کی کہانی زہرا نگاہ سناتی ہیں۔

دورِ حاضر میں بم دھماکوں سے بے گناہ شہریوں کو مارنے کی کہانی نظم ''مسلم مسلم فسادات'' میں بیان کی گئی ہے۔ نظم کی واحد متکلم بتاتی ہے کہ وہ گھر جو صبح ہنستا بستا تھا۔ بیوی بچوں کی آوازیں سنائیں دیتی تھیں۔ ایک پل میں اُس گھر کا منظر بدل گیا اور نہ گھر باقی رہا نہ اُس میں بسنے والے لوگ ہی رہے۔ زہرا لکھتی ہیں:

ایک پل میں یہ منظر
کیوں بدل سا جاتا ہے
اک دھواں سا اٹھتا ہے
ہاں مگر دھند لکے میں
کچھ دکھائی دیتا ہے
جانماز کا کونا
جھاڑیوں میں الجھا ہے
صفحۂ کلام پاک
خاک پر لرزتا ہے (۲۳)

دھماکے کے بعد ہر طرف لاشیں ہیں۔ ایمبولینسیں آتی ہیں۔ زہرا کہتی ہیں کہ یہ دھماکے معمول بن گئے ہیں:

ساتھ اور خبروں کے
یہ خبر بھی چھپتی ہے
لوگ اس کو پڑھتے ہیں
باتیں ہوتی رہتی ہیں
کام چلتے رہتے ہیں

ایمبولینسیں ایدھی کی
بین کرتی آتی ہے
سب جلی کٹی لاشیں
ساتھ لے کے جاتی ہیں (۲۴)

نظم ''بے آواز جہاز'' میں زہرا نگاہ دورِ حاضر کے ڈرون جہازوں کے حوالے سے ایک گاؤں میں ہونے والے ڈرون حملوں پر لکھتی ہیں۔ نظم کا نسوانی کردار اپنے بچوں کو کاغذ سے بنے جہازوں سے کھیلتا دیکھتا ہے۔ بچے خوش ہیں اور کھیل رہے ہیں کہ اچانک بے آواز جہاز آتا ہے اور بچے سہم جاتے ہیں۔ آن کی آن میں سب کچھ تباہ ہو جاتا ہے۔

زہرا نگاہ کراچی کے حالات کے حوالے سے بھی نظمیں لکھتی ہیں نظم ''سنا ہے'' اور ''مگر یہ خون کیسا ہے'' کا نسوانی کردار کراچی میں ہونے والی دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ سے پریشان ہے۔

نظم ''بھیجو نبی جی رحمتیں'' کا نسوانی کردار جنسی زیادتی کا شکار ہوتا ہے۔ اسی طرح ''کہانی گل زینہ کی'' اور ''ایک گڑیا کی داستاں'' کے نسوانی کردار ظلم و زیادتی کا شکار نظر آتے ہیں۔ یہ کردار اپنے ظلم کی داستاں بیان کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

ہارون الرشید رقمطراز ہیں:

''وہ بڑی سادگی اور پُرکاری کے ساتھ اپنے ماحول اور معاشرے کی عکاسی کرتی ہیں۔'' (۲۵)

مختصر یہ کہ زہرا نگاہ نے جدید اردو شاعری کو نسائی لہجے میں متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ زہرا نگاہ اپنے مخصوص لہجے، طرزِ احساس اور نسوانی بصیرت کی بدولت اپنی ہم عصر شاعرات کی صف میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہیں۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ انتظار حسین۔فلیپ۔مجموعہ کلام۔زہرا نگاہ۔لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء

۲۔ مجموعہ کلام۔ص ۱۸

۳۔ فیض احمد فیض۔دیباچہ۔شام کا پہلا تارا۔زہرا نگاہ۔ص ۱۱

۴۔ مجموعہ کلام۔ص ۱۸

۵۔ ایضاً۔ص ۴۳

۶۔ ناہید ورک۔www.duniya pakistan.com

۷۔ مجموعہ کلام۔ص ۳۶

۸۔ ایضاً۔ص ۷۱

۹۔ ایضاً۔ص ۶۴

۱۰۔ ایضاً۔ص ۶۲

۱۱۔ فیض احمد فیض۔دیباچہ۔شام کا پہلا تارا۔زہرا نگاہ۔ص ۱۰

۱۲۔ مجموعہ کلام۔ص ۱۱۳

۱۳۔ احمد ندیم قاسمی۔تقریظ۔ورق۔زہرا نگاہ۔ص ۱۰۳

۱۴۔ مجموعہ کلام۔ص ۱۷۹

۱۵۔ ایضاً۔ص ۱۹۷

۱۶۔ ایضاً۔ص ۱۹۹

۱۷۔ انتظار حسین۔فلیپ ''مجموعہ کلام'' زہرا نگاہ۔لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء

۱۸۔ مجموعہ کلام۔ص ۲۱۳

۱۹۔ احمد ندیم قاسمی۔تقریظ۔ورق۔زہرا نگاہ۔ص ۱۰۳

۲۰۔ مجموعہ کلام۔ص ۵۲۔۵۳

۲۱۔ ایضاً۔ص ۵۳

۲۲۔ ایضاً۔ص ۱۵۷

۲۳۔ ایضاً۔ص ۱۳۶

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ہارون الرشید۔جدید اردو شاعری – تاریخ و تنقید۔کراچی: میڈیا گرافکس، ۲۰۱۰ء۔ص ۱۷۵